USWA JOURNAL OF RESEARCH اُسوہ مجلّہ تحقیق
Volume, 04, Issue: 01(January- June 2024)
e-ISSN:2790-5535 p-ISSN:2958-0927
Website: https://uswa.com.pk/
Approved By HEC In Y Category
HJRS HEC Journal Recognition

پُر امن بقائے باہمی کی تاریخ،ہند و عرب کثیر جہتی تعلقات کے تناظر میں؛ ایک جائزہ

HISTORY OF PEACEFUL COEXISTENCE IN THE CONTEXT OF INDO-ARAB MULTILATERAL RELATIONS; A REVIEW

Dr. Ateef ul Rahman
Lecturer Federal Urdu University, Islamabad
Email: zarobi313@gmail.com
Muhammad Askari
PhD Scholar Iinternational Islamic University Islamabad
Email: Askarikarimi@Gmail.Com

Abstract

Indo-Arab multilateral relations have a long and very old history which back to time of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) and even earlier. Even after the advent of Islam, Indo-Arab relations became close, deeper, more friendly, stable and wider. Due to these multifaceted and deep relations, the universal message of Islam reached the subcontinent. The main objectives of the article is to highlight the importance of inter-faith interaction by comprehensively reviewing Indo-Arab relations. In this article, the sharing of Indo-Arab beliefs, religious tolerance and peaceful coexistence, including trade, social, cultural and educational relations, the mention of Indian objects in the Qur'an and Hadith and Arabic poetry, the Prophet's dialogue with Indians living in Arabia and the call to Islam and at the result arrival of Islam in India are mentioned.

Key words: Tolerance, Peaceful coexistence, Indo-Arab, multilateral relations, Trade, Social, Cultural, Educational, Prophet, Islam

موضوع تحقیق کا تعارف اور پس منظر:

ہندوستان ہزاروں سال قدیم مذہبی، تجارتی اور جغرافیائی اہمیت کا حامل وطن ہے جہاں صدیوں سے کئی ایک مذاہب کو ماننے والے ایک ساتھ گزر بسر کر رہے ہیں۔ نہ صرف ہندوستان کے اندر بلکہ بیرون ہند خصوصا عربوں کے ساتھ وسیع پیمانے پر کثیر جہتی تعلقات ہند و عرب انسان دوستی اور پر امن بقائے باہمی کی آئینہ دار ہیں۔ باہمی رواداری و حسن تعامل، وسعت ظرفی اور بڑے پیمانے پر مذہبی، سماجی، تجارتی، طبی و تعلیمی تعلقات اور تعاون اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ جہاں ایک طرف مذہبی مشترکات نے ان کو جوڑے رکھا تو دوسری طرف وہی مشترکات تعلقات کو ایک نیا رخ دینے میں مد ثابت ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ تعلقات سماج، تجارت، طب، زبان و ادب اور تعلیم و تعلم پر بھی مثبت اثرات چھوڑنے لگے

یوں رشتہ داریاں قائم ہونے کے ساتھ ساتھ معیشت و تجارت اور تعلیم و تعلم میں تعاون بڑھنے لگا، اور ہند و عرب تجارتی قافلے مختلف اوقات میں ایک دوسرے کی تجارتی منڈیوں اور بازاروں کا رخ کرنے لگے۔ اسی دوران حجاز مقدس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہوئی، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ عرب میں سکونت پزیر ہندوستانی تاجروں سے بھی ملاقاتیں کیں اور توحید کی دعوت دے کر نور ایمان سے منور کروایا۔ یہی نو مسلم ہندوستان میں اسلام کی آمد اور اس دین متین کے آفاقی پیغام کو جزیرہ عرب سے باہر عام کرنے کا اولین ذریعہ بنے۔

اس پس منظر میں ہند و عرب تعلقات اور ان کے اثرات کا جائزہ لینا علمی حلقوں کی ایک اہم ضرورت ہے، اس علمی ضرورت کی تکمیل کے لئے یہ تحقیقی مضمون پیش کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر کچھ مقالات لکھے گئے ہیں جن میں

Indo Arab Relations with Special Assertion of "Arab o Hind Ke Taalluqat" Written by Maulana Sayyed Sulaiman Nadwi (Lankhnew India)

اس میں مقالہ نگار نے، ہند و عرب تعلقات کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، جس میں زبان و ادب کے حوالے سے موجود مشترکات کے روشنی میں ہند و عرب تعلقات کو اجاگر کیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقالہ جس کا موضوع ہے

"The history and diversity of Arab relations with the Subcontinent" by Khalid Dad Malik (Punjab Unversity Lahore)

اس میں مقالہ نگار نے، عربوں کا برصغیر کے ساتھ تعلقات کو تجارتی نقطہ نگاہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ انہوں نے اس موضوع پر مزید تحقیق کرنے پر ذور دی ہے۔

مذکورہ بالا مقالہ جات میں ہند و عرب کثیر الجہتی تعلقات اور اس کے نتیجہ میں پر امن بقاباہمی کی تاریخ کو اجاگر نہیں کیا گیا ہے۔ لھذا اس علمی خلا کو پر کرنے کے لئے زیر نظر مقالہ میں ہند و عرب تعلقات کا ہمہ جہت جائزہ لے کر بین المذاہب حسن تعامل اور پر امن بقائے باہمی کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کیا گیاہ، جس میں تجارتی، سماجی، ثقافتی، طبی اور تعلیمی تعلقات سمیت ہند و عرب اعتقادی اشتراک اور مذہبی ہم آہنگی، عربی زبان پر اثرات، قرآن وحدیث اور عربی اشعار میں ہندوستانی اشیاء کا ذکر، عرب میں سکونت پذیر ہندوستانیوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوت اسلام اور بالآخر ہند میں اسلام کی آمد کا تذکرہ ہے۔

سماجی علوم میں مختلف اقوام کی تاریخ کے مطالعہ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ انسانی تاریخ کے مختلف ادوارر کے مطالعہ کا ایک اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ تہذیبی ارتقا کے سفر میں مختلف گروہوں، اقوام اور معاشروں کے کردار کا تجزیہ کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے زیر نظر مقالہ تاریخ کے مناہج کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ استقرائی و استخراجی و استدلالی مناہج کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اس وقت عرب میں ہندوستان کے لئے ہند اور سندھ کے نام مستعمل تھے چنانچہ سر دست ان ناموں کی توضیح پیش خدمت ہے، اس کے بعد موضوع کے مختلف جہات کا احاطہ کریں گے۔

لفظ ہند کی تاریخی توضیح:

لفظ ہند کے متعلق علامہ سید سلمان ندوی علامہ سید سلیمان ندویؒ کی توضیح اور رائے یہ ہے کہ: مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک (جسے ہندوستان یا برصغیر سے موسوم کیا جاتا ہے) کا کوئی ایک نام نہ تھا، ہر صوبے یا ریاست کا نام الگ الگ تھا۔ یا پھر ہر ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا۔ اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبے پر قبضہ کیا تو دریا کا نام جس کو آج کل دریائے سندھ کہتے ہیں، اور جن کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے، ہندھو رکھا۔ کہ پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل فارس (ایرانیوں) نے اس کو ہندو کہہ کر پکارا اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا۔ البتہ عرب جو نہ صرف سندھ بلکہ اس خطے کے دوسرے شہروں سے بھی واقفیت رکھتے تھے، انہوں نے سندھ کو تو سندھ ہی کہا، لیکن سندھ کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو ہند کہنے لگے۔ یہی نام (ہند) تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا۔ حرف "ہ" "الف" ہو کر فرانسیسی میں اند اور انڈیا مشہور ہو گیا۔ جبکہ خیبر سے آنے والی اقوام نے اس خطے کا نام ہندواستھان رکھا جس کا فارسی تلفظ ہندوستان ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ ہند کا لفظ عربوں کو ایسا بھایا کہ انہوں نے اپنی عورتوں کے نام ہند رکھنے شروع کیے۔ چنانچہ عربی شاعری (نظم) میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلیٰ اور شیرین کی ہے۔ ۱

لفظ عرب کی وجہ تسمیہ اور تحقیق:

اہل لغت لفظ "عرب" اور اعراب کو فصاحت، زبان آوری، خوش بیانی اور زبان دانی کے معنی میں لیتے ہیں۔ اہل عرب اپنی فصاحت وبلاغت اور زبان آوری وخوش بیانی کے سامنے ساری دنیا کو کمتر سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ خود کو اسی احساس تفاخر میں "عرب" اور دیگر زبانیں بولنے والوں کو عجم (گونگا) کہنے لگے اور عجب احساس برتری میں مبتلا رہے۔ ۲
بعض محققین کے خیال میں "عرب" اصل میں "عربہ" تھا جس کے معنی سامی زبانوں میں دشت اور صحراء کے ہیں۔ عرب کا بڑا حصہ دشت اور صحراء پر مشتمل ہونے کے سبب ان ممالک کے مجموعے کو عرف عام میں عرب کہا جانے لگا۔ ۳

لفظ سندھ کی وجہ تسمیہ اور تاریخی توضیح:

آریہ قوم جب وسط ایشیا سے موجودہ افغانستان سے ہوتے ہوئے اس وقت کے مشہور اور بڑے شہر ویہند (موجودہ ہنڈ، صوابی، خیبر پختونخوا) پہنچے تو یہاں انہوں نے ایک دریا دیکھا جسے انہوں نے سندھو کا نام دیا کیونکہ سندھو ان کی زبان میں دریا کو کہا جاتا تھا۔ ۴

آج کل اس دریا کو دریائے سندھ، مہران اور اباسین کے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ یہاں سے ہوتے ہوئے فتوحات کے ذریعے جہاں بھی گئے سارے علاقے کا نام سندھ ہی رکھا۔ دریا گنگا تک گئے اور پھر واپس آکر موجودہ صوبہ خیبر پختونخوا سمیت افغانستان کے علاقے ہلمند تک سارا علاقہ بھی فتح کرلیا اور وہاں تک کے اس پورے خطے کا نام سندھ رکھا۔ ۵

ہند و عرب تعلقات کے ابتدائی مراحل:

ویسے تو قدیم ہند اور عرب کے تعلقات ہزاروں سال پر محیط ہیں، مگر ہماری تحقیق کا زاویہ بعثت رسولؐ کے وقت اور اس کے بعد کے تعلقات ہیں۔ بعث نبوی ﷺ کے وقت جزیرہ عرب اور اس کے اطراف میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد تھے، جزیرہ عرب کے حدود میں غیر ملکی حکمران قابض تھے، جو اپنے نمائندوں کے ذریعے حکومت کیا کرتے تھے۔ یوں بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب میں رومی، ایرانی، حبشی اور ہندی اپنے اپنے اثر ورسوخ کے ساتھ اپنا وجود قائم کیے ہوئے تھے۔ ہندوستانیوں کو عرب کے ساحلی علاقوں میں اثر ورسوخ قائم کرنے اور رہائش کا موقع ملا۔ اس کی بڑی وجہ ایرانیوں کا عرب کے ساحلی علاقوں عراق تا یمن پر قبضہ اور ہندوستان، سندھ اور بلوچستان کے راجوں، مہاراجوں اور رعایا کو سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے اپنے زیر نگیں رکھنا تھا، اسی مناسبت سے ہندوستان کے کئی لوگ ایرانی فروج اساورہ میں شامل ہو کر عرب میں سکونت اختیار کر گئے۔ چونکہ عربوں اور ہندوستانیوں میں بڑی حد تک مذہبی ہم آہنگی (خصوصاً بتوں کی پوجا پاٹ) بھی تھی، چنانچہ ہند کے لوگ بہت آسانی سے عرب معاشرے میں گھل مل گے۔٦

چنانچہ اس کی مزید وضاحت اکبر علی قادری نے کچھ یوں کی:

"نبی خاتم ﷺ کی بعثت کے وقت ہندوستان کے شہری عرب کے مختلف علاقوں میں آتے جاتے تھے اور بہت سارے تو وہاں مستقل سکونت اختیار کیے ہوئے تھے، مکہ اس دور کا بڑا تجارتی اور مذہبی مرکز تھا۔ شام اور یمن کے درمیان مکہ سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی۔ قریشی تاجر مکہ سے شام اور یمن کو تجارتی قافلے لے کر آتے جاتے رہتے تھے۔ ہندوستانی تاجر اور کاریگر اس مرکزی شہر میں مستقل طور پر رہائش پذیر تھے، ہندی کاریگر مکہ میں تلواریں بناتے تھے، علاوہ ازیں مکہ کے مذہبی مرکزیت سے بھی ہندوستان کے لوگ آگاہ تھے، یہ لوگ کعبہ کی اہمیت اور عظمت کے بھی قائل تھے، البتہ ان کے اور اہل مکہ کے عقائد میں مماثلت تھی۔ عرب وہند قدیم اور مضبوط تعلقات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عرب اشعار میں بھی ہند اور یہاں کی اشیا کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ عرب باشندے بھی ہندوستان اور چین کی طرف تجارتی اسفار کیا کرتے تھے، یہ سلسلہ ہزاروں سال سے چلا آرہا تھا۔"٧

عرب میں رہائش پذیر ہندوستانی عام طور پر بادیہ نشین اور دیہات میں سکونت اختیار کر کے تجارت ملازمت یا دیگر کام کرتے تھے، البتہ خلیج عربی کے ساحلی علاقوں پر ہندوستانیوں کا ایک گروہ قدیم دور سے خانہ بدوش عربوں کی طرح گھاس، چارہ اور پانی کی تلاش میں سفر کر کے زندگی بتارہے تھے۔٨

عہد نبوی ﷺ میں عربوں کا تعلق سندھ اور ہند کے ساحلی علاقوں کے رہائشیوں سے تھا، وہ عموماً انہی جگہوں میں آتے جاتے تھے، عرب بطور خاص یہاں کی مقتدر شخصیات قوموں، زبانوں اور اشیاء ضروریہ سے واقف تھے جبکہ ہندوستانی بھی بذات خود عربوں سے کافی واقفیت رکھتے تھے۔٩

ڈاکٹر ضیاء اللہ جدون اپنی کتاب "صحابہ کرام پاکستان میں" رقم طراز ہیں: "عرب وسندھ (ہند) میں زمانہ قدیم سے تجارتی منڈیاں موجود تھیں۔ دنیا کے مختلف حصوں سے تاجر یہاں کا رخ کرتے تھے۔ عرب میں کئی ایک سندھ (ہند) کی اقوام کی رہائش پذیر تھیں۔ ان میں زط (جٹ / جاٹ)، مید، سیابجہ، احامرہ، اساورہ، بیاسرہ اور تاکر (ٹھاکر) قابل ذکر ہیں۔"۱۰

آگے لکھتے ہیں: "عرب میں سندھ اور اہل سندھ ماقبل پیدائش نبوی ﷺ معروف ومشہور تھے۔ کیونکہ سندھی کافی تعداد میں وہاں آباد تھے۔ بطور خاص یمن کی سرزمین میں ان کی حیثیت مسلّم تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے ایام طفولیت میں شاہ حبشہ ابرہہ کے بیٹے مسروق نے یمن پر حملہ کرکے وہاں کے حاکم سیف بن ذی یزن کو بے دخل کردیا۔ معزول حاکم نے کسریٰ نوشیروان کے پاس جاکر فریاد کی کہ: غیر ملکیوں نے آکر یمن پر قبضہ کرلیا ہے۔ تو کسریٰ نے دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ کون سے غیر ملکیوں نے یمن پر قبضہ کرلیا؟ حبشیوں نے یا کہ سندھیوں نے؟"۱۱

اس سے عرب میں سندھیوں (ہندیوں) کی کثرت تعداد، شان وشوکت اور شہرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عرب وسندھ (ہند) کے مابین تجارت اس زمانے میں یہاں کی معروف اور تاریخی بندرگاہ دیبل اور عرب کی بندرگاہوں جدہ، صحاب، ابلہ، جار اور عدن سے ہوتی تھی۔ بصرہ کے قریب واقع بندرگاہ ابلہ کو خاصی اہمیت حاصل تھی۔ تاہم ابلہ نامی بندرگاہ ۲۵۶ھ میں زنگیوں کے حملے میں تباہ ہوگئی تھی۔۱۲

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ دور جاہلی (آپ ﷺ کی پیدائش اور بعثت سے قبل) میں بھی سندھ (ہند) سے عرب کے شہروں میں تجارتی قافلے جایا کرتے تھے، اس وقت عمان کے تجارتی مراکز سوق صحار اور سوق دیا بہت شہرت رکھتے تھے اور یہاں سندھ (ہند) کے تاجر کثرت سے مال لایا کرتے تھے۔۱۳

عدن (کی بندرگاہ تک) بھی سندھ (ہند) کا مال جاتا تھا۔۱۴

مدینہ طیبہ کی قریب ترین بندرگاہ "جار" تک سندھ (ہند) سے مال تجارت بحرین کے راستے سے جاتا تھا اور وہاں سے مدینہ پہنچایا جاتا تھا۔۱۵

یوں عرب وسندھ (ہند) باہمی تجارتی تعلقات قائم تھے۔ عرب سے شام، شام سے کوفہ، بغداد، اہواز، فارس، کرمان، مکران سے ہوتے ہوئے سندھ (ہند) کے مختلف حصوں تک تجارتی قافلے آتے تھے۔۱۶

اور سندھ ہی کے راستے ہند کے مختلف حصوں اسی طرح زابلستان، خراسان اور چین تک یہ تجارتی قافلے آتے جاتے تھے۔۱۷

سامان تجارت:

سندھ (ہند) وعرب کے مابین جن اشیاء کی تجارت ہوتی تھی، وہ مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں:

سندھ (ہند) سے عرب کی طرف بھیجے جانے والے تجارتی سامان میں اشیاء خورد و نوش، لکڑی، کپڑے اور گھوڑے وغیرہ شامل تھے۔ مثلاً فلفل (مرچ)، قسط (کٹھ)، بانس، بید کی لکڑی، سندھی کپڑے، سندھی مرغ، گھوڑے، پالہ اونٹ (جس کی نسل سے عرب کا مشہور بختی اونٹ ہوتا تھا)، بھڑوچی و خطی نیزے، تلواریں، سندھی لوہا، کھیائت، سندھی جوتے اور ناریل[18] ابن فقیہ ہمدانی (۳۴۰ھ) نے چند دیگر اشیاء: یاقوت، الماس، عود، عنبر، لونگ، دازی (تاڑی)، سنبل، خولجان، دارچینی، ناریل، ہڑ، توت، بکم، بید، صندل، ساگوان، سیاہ مرچ، گینڈا، ہاتھی، مور کا بھی ذکر کیا ہے۔[19]

بعض دیگر اشیاء میں سمہری نیزے، سندھی لونگی، چادر، کرتہ، الائچی، نیلوفر، پان، سپاری، کیموں، آم اور چاول شامل تھے۔[20]

اسی طرح عرب سے بھی دیگر کئی اشیاء کے علاوہ وہاں کے مشہور گھوڑے اور کھجور سندھ آیا کرتے تھے۔ مسلمان جب سندھ پر قابض ہوئے تو انہوں نے یہاں کھجور کے باغات لگائے، آج بھی سندھ کی کھجور پورے پاکستان میں مشہور ہے۔[21]

اس تمام بحث کا خلاصہ گستاؤلی بان کا اپنی کتاب "تمدن ہند" میں لکھا یہ جملہ ہے: "سن مسیحی سے بہت پہلے عربوں کے تجارتی تعلقات ہندوستان سے قائم تھی اور عرب ہی مشرق و مغرب کے باہم ملنے کا ذریعہ تھے"۔[22]

عرب میں ہندوستانی اشیا کی تجارتی منڈیاں اور مارکیٹیں:

اُبلہ، صحار، یمن اور عدن جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، ہندوستانی مال کی خاص منڈی تھے۔ یہاں سے پورے عرب، ایران، مصر اور روم تک اس کا مال لے جایا جاتا تھا۔ ان بڑی منڈیوں کے علاوہ اندرون عرب بھی چند ایک بازار خاص موسموں میں لگتے تھے۔ ان بازاروں میں بھی ہندوستانی مال بکثرت فروخت ہوتا تھا۔ عرب میں لگنے والے موسمی (سالانہ) بازاروں کی کل تعداد تیرہ تھی، ان میں: (۱) دومۃ الجندل، (۲) صحار، (۳) دبا، (۴) شحر، (۵) رابیہ حضرموت، (۶) ذوالمجاز، (۷) نطاۃ خیبر، (۸) مشقر، (۹) منیٰ، (۱۰) حجر، (۱۱) عکاظ، (۱۲) عدن، (۱۳) صنعاء شامل ہیں۔[23]

ان سالانہ بازاروں کی کچھ تفصیل ذیل میں درج ہے:

۱-دومۃ الجندل: یہ دور جاہلیت کے مشہور بازاروں میں سے ایک تھا۔ یہ جزیرہ نما عرب (موجودہ سعودی عرب) کے بالکل وسط میں واقع تھا، عرب قبائل ربیع الاول کے شروع میں اپنا مال یہاں لے آتے تھے اور مہینے کے وسط (اور بسا اوقات مہینے کے آخر) تک یہ بازار جاری رہتا تھا۔ اس بازار کی اوقات کار کا تعین بڑے بڑے سردار خصوصاً جن کا تعلق قبیلہ کالب اور غسان سے ہوتا تھا، کیا کرتے تھے۔ جو تھوڑا بہت ٹیکس اس بازار سے وصول کیا جاتا تھا، وہ اس بازار کی نگرانی کرنے والوں کو دے دیا جاتا تھا۔

۲-صحار: صحار جاہلی دور کا ایک ایک مشہور بازار جو عمان کے مشرقی ساحل پر واقع تھا۔ عربوں میں اس بازار کو بنیادی حیثیت حاصل تھی کیونکہ یہ مشرق کی طرف سے آنے والی غیر ملکی اشیاء کا مرکز تھا۔ یہ مارکیٹ (بازار) یکم رجب سے پانچ رجب کے درمیان شروع ہو کر تقریباً ۲۰ر رجب تک جاری رہتا۔

۳-دبا: یہ بھی عمان کے مشرقی ساحل پر واقع زمانہ جاہلیت کا ہی ایک معروف بازار تھا جو فارس، مشرق بعید اور عرب علاقوں کے تاجر باقاعدگی سے منعقد کیا کرتے تھے۔ یہ بازار ماہ رجب کے اختتام پر لگایا جاتا تھا۔ اس بازار کی خاصیت یہ تھی کہ تمام تجارتی معاملات مال کے بدلے مال کے اصولوں پر طے ہوتے تھے۔ یہاں ہندوستان، سندھ اور چین کے تاجر آیا کرتے تھے۔

۴-شحر: الشحر عدن اور عمان کے درمیان عرب کے جنوبی ساحل کو کہا جاتا تھا جو کہ شحر مہرہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ مرزوقی کے مطابق دبا کے بعد لوگ شحر کا رخ کرتے تھے۔

۵-ذوالمجاز: ذوالمجاز ہذیل کے علاقے میں مکہ اور عرفات کے درمیان منیٰ میں ہوا کرتا تھا۔ ذوالحج کا چاند نظر آتے ہی عرب اس جگہ آکر بازار سجاتے اور ۸ روز تک خرید وفروخت جاری رہتی تھی۔ یہاں اکثر وہی لوگ آیا کرتے جن کو دوسرے بازاروں میں جانے کا موقع میسر نہ آتا۔ یہ ایام حج کا مشہور بازار تھا، یہ بازار عکاظ کی طرح اپنی تجارتی سرگرمیوں، بیت بازی اور تنازعات کے حل کے لیے شہرت رکھتا تھا۔

۶-نطاۃ خیبر: خیبر مدینہ منورہ کے شمال میں واقع علاقہ ہے۔ یہ بازار خیبر میں آباد یہودی مہاجرین جو عرصہ دراز سے یہاں مستقل رہائش اختیار کیے ہوئے تھے، لگایا کرتے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت اور کھیتی باڑی تھا۔ یہودیوں کے معروف تاجر ابو رافع الخیری شام کی طرف تجارتی قافلہ لے کر جاتے تھے۔ خیبر شام اور یمن کے درمیان تجارتی راہ داری بھی تھا۔ قریش کے اکثر قافلے یہاں سے گزرتے ہوئے اس بازار میں خرید وفروخت کیا کرتے تھے۔

۷-مُشقَّر: المشقر دراصل ایک فوجی چھاونی تھی جو حَجر کے قریب واقع تھی۔ یہ فوجی چھاؤنی یا قلعہ عبد العیش کی ملکیت تھی۔ جمادی الثانی کے اوائل سے شروع ہو کر مہینے کے آخر تک یہ بازار چلتا رہتا تھا۔ اہل فارس سمندری راستوں سے یہاں پہنچتے تھے اور عرب بدوؤں اور مہاجرین آباد کاروں کے ساتھ تجارتی معاملات نمٹاتے تھے۔ اسی طرح قریش اور دیگر تاجر بھی یہاں آکر کاروبار کیا کرتے تھے۔[۲۴]

۸-رابیہ حضر موت: یہ بازار ذی قعدہ کے وسط میں لگتا تھا۔ چونکہ رابیہ حضر موت کے بازار کا نگران کوئی حکمران نہیں تھا اس لیے تاجر اس بازار کی طرف کم ہی آتے تھے۔

۹-عکاظ: سوق عکاظ نجد کے بالائی حصہ میں عرفات کے قریب لگتا تھا۔ یہ پورے عرب کا سب سے بڑا اور مشہور بازار تھا۔ اس میں قریش مکہ، ہوازن، غطفان، خزاعہ اور رحابیش وغیرہ قبائل آتے تھے، نصف ذی قعدہ سے ذوالحجہ کے اوائل تک جاری رہنے والے اس بازار میں ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ اس بازار کی خاص بات یہ تھی کہ یہاں نہایت ہی عمدہ اور نایاب سامان فروخت کے لیے آتا تھا جو عرب کے کسی بازار میں نہیں ملتا تھا۔

۱۰- صنعاء: صنعاء کا بازار نصف رمضان سے شروع ہو کر آخر تک رہتا تھا۔ یہاں کپڑے، روئی، لوہے، زعفران اور مختلف رنگوں کی خوب تجارت ہوتی تھی۔[۲۵]

عرب وہند کے مذہبی مشترکات اور اعتقادی ہم آہنگی:

جس طرح ہندوستان میں کواکب پرستی (ستاروں کی پرستش) اور ستاروں کے نام پر بت خانوں کا رواج تھا۔ اسی طرح عرب کے بہت سے قبائل بہت خانے بناتے اور کواکب پرستی میں مبتلا تھے۔ قاضی اطہر مبارکپوری نے "طبقات الامم" کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ قبائل ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ بنو حمیر سورج، بنو کنانہ چاند کی، بنو تمیم وبران کی، بنو لحم اور بنو حزام مشتری کی، بنو طے سہیل کی، بنو فیس شعریٰ، بنو اسد عطارد کی پوجا کرتے تھے۔

اسی طرح بہت سارے عرب قبائل بتوں کی بھی کی پوجا کرتے تھے۔ بنو کلب کے بت کا نام یعوق تھا۔ حمیر کے ذوالکلاع نسر کی، طائف کے بنو ثقیف لات کی اور قریش عُزیٰ کو پوجتے تھے۔ جبکہ مدینہ (یثرب) میں عرب کے تین قبائل اوس، خزرج اور غطفان منات کی پوجا کرتے تھے۔

ہندوستان اور سندھ کے جن ساحلی علاقوں سے عربوں کو قدیم تعلق تھا اور جہاں کے لوگ عرب میں بکثرت آتے جاتے تھے۔ یا وہاں سکونت اختیار کرلی تھی ان مقامات میں بڑے بڑے بت خانے تھے۔

(۱) مانکیر کا بت خانہ، جس میں ۲۰ ہزار بت تھے۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگ یہاں آکر قربانی اور نذریں پیش کرتے تھے۔ (۲) ملتان کا بت خانہ، یہاں بھی دور دور سے لوگ آکر نیازیں چڑھاتے تھے۔ (۳) بامیان (افغانستان، جو اس وقت سندھ میں آتا تھا) کا بت خانہ۔ (۴) قماری (رأس کماری) کا بت خانہ۔ (۵) صنف (ہند اور چین کے درمیانی شہر) کا بت خانہ اور بہت سارے بت خانے۔[۲۶] ان مشترکات سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہیں کہ ہند و عرب تعلقات کئی صدیوں پر محیط رہا ہے۔

عرب میں رہائش پذیر ہندوستانیوں کو رسول اللہ ﷺ کا دعوتِ اسلام:

مقامی عربوں کی طرح وہاں آباد دیگر اقوام کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی۔ عرب کے مشرقی اور جنوبی ساحلی علاقوں میں رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانہ میں اسلام کی دعوت عام فرمائی، جہاں اساورہ، ان کی اولاد ابنائے یمن، سیابجہ اور فرط عام طور پر موجود تھے۔ چنانچہ یہاں کے مشرک اور مجوس عرب باشندوں کی طرح بہت سارے عجمی باشندے بھی اسلام لائے، جن میں ایرانی، ہندی، سندھی اور حبشی وغیرہ سب ہی شامل تھے۔

حضرت موت بیر زطن ہندی رضی اللہ عنہ (ہندوستانی طریقہ علاج کے طبیب) وہ پہلے خوش قسمت ہندوستانی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ یا آپ کے زمانہ سے قریب تر عہد پایا۔ اس قربت زمانی کے ساتھ ساتھ قربت مکانی میں بھی وہ پہلے ہندوستانی باشندے ہیں۔ یہ یمن میں مستقل رہائش پذیر تھے۔

حضرت باذان رضی اللہ عنہ حاکم یمن اور ان کے اساورہ (سوار فوج) کے اسلام لانے کے بعد جن میں ایرانی، ہندوستانی اور سندھی سب شامل تھے، یمن اور اطراف میں عربوں کی طرح عام عجمی باشندے بھی اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے مسلمانوں پر حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عام باشندوں کے نام بھی ایک دعوت نامہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ نجران کے عرب اور غیر عرب باشندے مسلمان ہوکر اپنی جمعیت لے کر ایک مقام پر رہنے لگے۔ ان میں ایرانی اور ہندوستانی آبادکار شامل تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ عراق کی بندرگاہ ابلہ سے لے کر خلیج عربی کے پورے سواحل پر اور خصوصاً بحرین اور عمان میں ہندوستانیوں کی مختلف قومیں آباد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حیات طیبہ کے آخری ایام میں عرب کے ان سواحل اور ان کے اطراف میں بسنے والی عوام اور خواص کو اسلام کی دعوت کے خطوط روانہ فرمائے۔ یہ دعوت نامہ تھا جس کے مخاطب ہندوستانی اقوام بھی تھے۔[۲۷]

سری لنکا میں ہندو عرب کا مشترکہ مقدس مقام:

بتایا جاتا ہے کہ سراندیپ، سیلون (سری لنکا) کی ایک پہاڑی چوٹی پر پاؤں کا نشان ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ قدم کا یہ نشان مسلمان عربوں، بودھوں اور عام ہندوؤں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز رہا ہے۔ اس کو حضرت آدم علیہ السلام کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بودھ اس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیر کے قدم کا نشان سمجھ کر اس کی تکریم کرتے ہیں۔ دور دراز سے لوگ اس کو دیکھنے آتے ہیں۔ مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا، کم وبیش بحری سفر کے ہر عرب سیاح کے ہاں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس مقدس مقام کی زیارت کی بدولت مسلمان عرب سیاحوں اور درویشوں کے سبب اسلام یہاں پھیلتا گیا۔[۲۸]

چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ عرب وہند تعلقات اور اس کے نتیجے میں اسلام پھیلنے کا ایک سبب تجارت کے علاوہ ہند کے جنوبی جزیروں میں سراندیپ کے اس روایتی نقش پا کا اثر بھی ہے۔

ہندوستان میں انبیاء ورسل کی بعثت سے متعلق علماء کرام کی آراء:

قرآن مجید فرقان حمید میں سراحت کے ساتھ ہر قوم وملت میں نبی اور رسول کی بعثت کا ذکر موجود ہے، ارشاد ربانی ہے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (۲۹) ترجمہ: اور ہر امت میں ایک رسول ہوا، یہ اس لئے کہ ان ہی کی زبان میں اور ان کے مزاج اور معاشرتی خدوخال کے مطابق پیغام رشد وہدایت اور احکام خداوندی ان تک پہنچائیں یوں ان کے لئے سمجھنا ایمان لانا اور عمل کرنا آسان ہو۔ چنانچہ کثیر مذہبی سماج کا حامل اور ہزاروں سال سے مختلف تہذیبوں کا گہوارا ہندوستان کو اس اعزاز سے محروم سمجھنا قرآنی تصریحات، تاریخی شواہد اور تہذیبی تکثیریت کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ بعد کے عہد میں علماء کی ایک بڑی تعداد نے وضاحت کی ہے کہ ہندوستان میں بھی خدا کے فرستادہ اور پیامبر تشریف لائے، جنھوں نے احکام الٰہی کی تبلیغ کی۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے کہ ہندوستان میں نبی ورسول مبعوث ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی رائے میں ہندوؤں کے ہاں مقدس مانی جانے والی "وید" الہامی کتاب ہے جو برہما فرشتے کے ذریعہ کسی نبی پر اتاری گئی ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی اسی رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔[۳۰]

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اس سلسلے میں کافی محتاط رائے رکھتے تھے اس طرح کہ وہ رام چندر جی اور کرشن جی کی شان میں گستاخی سے منع فرماتے تھے؛ کیوں کہ ان کے خیال میں ان کے رسول ہونے کا امکان ہے، چنانچہ ان حضرات بارے وہ فرماتے ہیں: رام چندر جی اور کرشن جی کے نام ادب سے لئے جائیں اور ان کی گستاخی بالکل بھی نہ کی جائے۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بقول حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں ہی اتارے گئے، انہوں نے یہاں پر ہی سکونت اختیار کی، چونکہ ان کی نسل بھی ہندوستان سے ہی باقی دنیا میں پھیلی اسی وجہ سے انسان کو اردو میں "آدمی" کہا جاتا ہے۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے بقول "ہندوستان نبوت کا دار الخلافہ ہے یہاں پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی، ان کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت شیث علیہ السلام سرزمین ہند میں وارد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر مبارک ہندوستان کے تاریخی شہر اجودھیا (ایودھیا) میں ہے۔[31]

مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں نبی ورسول کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ شاہ عبد الرحمن چشتی نے متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ہندو دھرم اور سماج میں نبی ورسول کی بعثت کا تصور ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الحدیث مولانا زکریا کی رائے بھی یہی ہے کہ ہندوستان میں نبی ورسول کے مبعوث ہونے کے واضح اشارے ملتے ہیں۔ عبد الرزاق ہانسوی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، جناب اجمل خاں، سید اخلاق دہلوی، شمس نوید عثمانی وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر کا مطالعہ بھی ہندوستان میں نبی اور رسول کے آنے کی تصدیق کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہنوؤں کی مذہبی کتاب وید میں نبی آخر الزماں کے مبعوث ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب رقم طراز ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر مجوسیوں کے اسلاف کا اہل کتاب ہونا ان مجوسیوں کے اہل کتاب قرار دینے کیلئے کافی ہے تو ہمارے زمانہ کے ہندو بت پرست بھی اہل کتاب ہو جائیں گے۔ ان کے پاس بھی وید نام کی ایک کتاب ہے، جس کے چار حصے ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہ خدائی کتاب ہے، پھر ان کے اکثر اصول بھی شرعی اصولوں کے موافق ہیں اور جن اصولوں میں اختلاف ہے وہ شیطانی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ جس طرح شیطانی تفرقہ اندازی سے مسلمانوں کی جماعت پھٹ کر بہتر ۷۲ فرقے بن گئی۔ ہندوؤں کے اہل کتاب ہونے کی تائید قرآن سے بھی ہو رہی ہے۔ اللہ نے فرمایا وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ۔[32]

ترجمہ: ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر ضرور گذرا ہے۔ مجوسیوں سے تو ہندو اہل کتاب کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ مجوسیوں کے بادشاہ نے تو نشہ سے بدمست ہو کر اپنی بہن سے زنا کی اور اپنے دین و کتاب کو چھوڑ دیا اور دین آدم کا مدعی بن بیٹھا، مگر ہندوؤں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی، البتہ رسول اللہ کی رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ چوتھے وید میں رسول اللہ کی بعثت کی بشارت مذکور ہے جسکو پڑھ کر ہندو مسلمان ہو گئے۔

مولانا سید اخلاق حسین دہلوی رقم طراز ہیں کہ: "اس بیان سے یہ مستفاد ہے کہ اگر کوئی قوم یا امت کسی کتاب کے خدائی کتاب ہونے کا دعویٰ کرتی ہے جیسا کہ مجوس وصائبین تو یہ کہہ کر کہ قرآن پاک میں اس کا نام نہیں ہے، اسے رد نہیں کیا

جا سکتا۔ اس لیے کہ جنہیں قرآن پاک کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں سب ہی آسمانی یا خدائی کتابوں کے نام نہیں ہیں۔ اس لیے کہ قرآن پاک فہرست کتب نہیں ہے، البتہ قرآن پاک میں سابقہ تین آسمانی کتابوں کے نام واضح طور پر ہیں جو اس عہد میں معروف و مروج تھیں، چوتھا نام خود قرآن پاک کا ہے۔ ان کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں کا ذکر مجملاً ہے، جیسے الزبر والکتاب المنیر وصحف الاولی، بہر حال جن کتابوں کو بعض قومیں آسمانی کتاب مانتی ہیں تو ان کے متنوں کے مطالعہ سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے کہ اگر وہ توحیدی ہدایات سے اور تصور آخرت سے مزین ہیں اور طاغوتی لغویات سے فی نفسہ مبرا ہیں تو ان کا آسمانی کتابیں ہونا اقرب از یقین ہے۔ البتہ تحریف والحاق کو مسترد قرار دینا ہو گا جو آسمانی کتاب میں لاحق ہو تا رہا ہے، لیکن فی نفسہ انکار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ ہمیں یہ ہدایات بھی نہیں ہے کہ ہم انکار ہی کریں تسلیم نہ کریں، اس لیے خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنا ہو گا اور توحید و تصور آخرت کی عظمت کو ملحوظ رکھنا ہو گا"۔ اسی حوالے سے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ: اگر مجوسی اور صابی اہل کتاب کے زمرے میں شامل کئے جاسکتے ہیں تو ہندوؤں کو بدرجہ اولی اس میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اگر مجوسیوں کا دعوی ہے کہ ان کے پاس زند اوستا نامی خدائی کتاب ہے جسے وہ پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ہندوؤں کے ہاں بھی اس قسم کی کتابیں موجود ہونے کا امکان ہے اور یہ باتیں وہی کہہ سکتا ہے جنہیں ان کے حالات کا گہرا علم ہو۔[۳۳]

اسی طرح حدیث کی کتاب مشکاۃ المصابیح میں احمد سے ایک روایت مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل بھیجے گئے جن میں سے کچھ کی صراحت تو قرآن کریم میں موجود ہے، جبکہ بیشتر کے متعلق کوئی صراحت نہیں ملتی۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أَوَّلَ ﷺ قَالَ: «آدَمُ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَنَبِيٌّ كَانَ ﷺ قَالَ: «نَعَمْ نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ كم الْمُرْسَلُونَ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثِمِائَة وبضع عشر جماً غفيراً» وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ قَالَ: «مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا الرُّسُلُ مِنْ ذَلِكَ ثَلَاثُمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا۔[۳۴]

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آدم علیہ السلام"۔ میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! کیا وہ نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، ایسے نبی تھے جن پر صحیفہ نازل کیا گیا تھا"۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! رسول کتنے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تین سو اور دس سے کچھ اوپر کا جم غفیر تھا"۔ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! انبیاًکی کل تعداد کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں سے رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ایک جم غفیر ہے"۔ اسنادہ ضعیف، رواہ احمد۔

اس حدیث کی سند اگرچہ کمزور ہے البتہ یہ امکان بہر حال موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اطراف واکناف کی آبادیوں میں نبی اور سول مبعوث فرمائے۔

قدیم عربوں اور ہندوؤں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی:

زمانہ جاہلیت کے عربوں اور ہندوستان میں تجارتی اور اقتصادی تعلقات کے علاوہ جو چیز اُن کو جوڑے ہوئے تھی وہ ان دونوں کے درمیان اعتقادی اور مذہبی ہم آہنگی تھی۔ کیونکہ بت پرستی، اصنام پرستی اور کواکب پرستی (ستاروں کی پوجا) دونوں عام تھی۔ چنانچہ عرب میں سکونت پذیر ہندوستانی اسی اشتراک عقیدہ کی بنا پر عربوں میں بڑی آسانی سے گھل مل جاتے تھے جو ان ہی کی طرح کے عقائد وخیالات کے حامل تھے۔

عرب میں سکونت پذیر ہندوستانیوں کا عربی زبان پر اثرات:

صاحب تاریخ آداب العرب نے "الرحلة إلى البادية" کے تحت لکھا ہے کہ عربی زبان لغت کو زیادہ تر اعراب اور بدیوں بطور خاص قیس اور تمیم سے لیا گیا ہے۔ مگر جن اعراب اور اہل بوادی کی زبان عجمیوں کے اختلاط کے سبب خالص نہیں رہی، ان سے استناد نہیں کیا گیا۔

آگے لکھتے ہیں کہ: خاص طور سے وہ عرب جو ایسے علاقوں میں تھے جو پڑوس کی قوموں سے ملے ہوئے تھے، اس لیے لخم اور جذام سے عربی زبان نہیں لی گئی کیونکہ وہ مصر اور قبط کے پڑوس میں تھے اور نہ عبد القیس اور ازدعان سے لی گئی کیونکہ یہ لوگ بحرین میں تھے۔ چنانچہ (بحرین میں ہونے کی وجہ سے) ان کا اختلاط (ملاپ) ہندوستانیوں اور ایرانیوں سے تھا۔ ایسے ہی اہل یمن، کیونکہ ان کا اختلاط بھی ہند اور حبشہ سے تھا۔[۳۵]

بعض ہندوستانی اشیاء کا ذکر قرآن کریم میں:

قرآن کریم میں تین مشترک اور متوارد الفاظ ایسے آئے ہیں جو ہندوستان اور عرب کے مقامی لب ولہجہ کے کچھ فرق کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ (۱) زنجبیل، جسے ہندی میں زنجابیرا کہتے ہیں، (۲) مسک، جسے ہندی میں موشکا کہتے ہیں، (۳) کافور، جسے ہندی میں کپور کہتے ہیں۔ ان الفاظ کی نہ تو تعریب ہوئی اور نہ تہنید، بلکہ دونوں زبانوں کے یہ الفاظ اصلی ہیں جنہیں مستقل حیثیت حاصل ہے۔ البتہ ان ناموں کی جو چیزیں ہیں وہ ہندوستان کے ساتھ خاص ہیں (یہیں سے ملتی ہیں) اور یہیں سے عرب میں جاتی تھیں۔[۳۶]

احادیث میں ہندوستانی اشیاء کا ذکر اور ان کا استعمال:

رسول کریم ﷺ سے احادیث میں ہند، ہندوستانی اشیاء اور باشندوں کے تذکرے مختلف انداز میں منقول ہیں۔ البتہ ہندی زبان کا کوئی جملہ رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے منقول نہیں ہے۔ جبکہ فارسی کے بعض جملے احادیث میں ملتے ہیں جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت راشدہ میں ہندی زبان عرب میں آباد ہندوستانیوں میں رائج تھی جسے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے کہ جاٹوں اور اساورہ نے حضرت علی علیہ السلام سے ہندی میں بات کی اور آپ کی خلافت و حکومت کا ساتھ دینے کا یقین دلایا۔ مشک، عود اور کافور کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں مدینہ طیبہ میں عود، مشک اور کافور کا استعمال کثرت سے کیا جانے لگا، چنانچہ اسی سبب سے "دارین" کے مشک اور عطر کے تاجروں کی ایک بڑی تعداد مدینہ منوریہ میں آباد ہوگئی۔ یہ لوگ صرف خوشبوؤں کی تجارت کیا کرتے تھے۔[۳۷]

مثال کے طور پر ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے جس میں آپؐ نے مسک (مشک) کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ روزہ دار کے بارے میں فرمایا:

"لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ یوم القیامۃ من ریح المسک"۔[۳۸]

ترجمہ: روزہ دار کے منہ کی مہک قیامت کے دن اللہ کے ہاں مشک کی مہک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوگی۔[۳۹]

عربی اشعار میں ہند اور اس کی اشیاء کا ذکر:

علامہ سید سلیمان ندوی نے آثار البلاد واخبار العباد (مصنف: علامہ زکریا القزوینی) کے حوالے سے قدیم عرب کے سندھی (ہندی) باشندے ابو ضلع سندھی (۶۸۶ھ) کے اشعار ذکر کیے ہیں، جن میں ہندوستان اور اس کی اشیاء کا ذکر ہے:

لقد انکر اصحابی وما ذلك بالامثل

اذا ما مدح الهند وسهم الهند فی المقتل

ترجمہ: میرے دوستوں نے انکار کیا اور یہ بہتر نہیں جب ہندوستان کی اور ہندوستان کے تیر کی معرکہ میں تعریف کی جارہی تھی۔

ایک اور شعر میں ہندوستان کی مختلف خوشبوؤں کا ذکر ہے:

فمنها لمسك والكافور والعنبر والمندل

واصناف من الطيب ليستعمل من يتفل

ترجمہ: اس (ہند) کی خاص چیزوں میں مشک، کافور، عنبر، عود اور قسم قسم کی خوشبوان کے لیے جو میلے ہوں۔[۴۰]

اس کے علاوہ سندھی مرغ یا مرغی کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں سندھی مرغا یا مرغی عمومی طور پر متعارف تھی اور کھائی جاتی تھی۔

سندھی کپڑے (چادر / اجرک) کا استعمال:

عرب میں سندھ کے بنے ہوئے خاص قسم کے کپڑے مسنّدۃ اور مسندیہ کے نام سے معروف تھے اور ان کا استعمال بھی عام تھا۔ بسا اوقات ان کی چادریں ہی بنتی تھیں۔ چونکہ سندھ (ہند) سے پہلے یمن جاتا تھا، اسی سبب سے ان کو بردیمانی بھی کہا جاتا ہے۔

اسی حوالے سے لسان العرب ج۳، ص ۲۲۳ پر مذکور ہے:

مسندۃ اور مسندیہ کپڑے کی ایک قسم کا نام ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے آپؐ کے جسم مبارک پر سندھ کے چار کپڑے دیکھے، بعضوں نے کہا کہ یہ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے۔ لسان العرب کے مطابق تہبند اور لنگی کے کپڑے بھی سندھ ہی سے عرب میں جاتے تھے۔[۴۱]

ہندوعرب علمی وطبی تعلقات:

تقریباً پہلی صدی ہجری میں عربوں کو ہندوستانیوں کے علوم کا اندازہ ہوا، البتہ طب کی بعض کتابیں یونانی اور سریانی زبانوں کے ذریعے سے اموی خاندان کے دور میں عربی زبان میں منتقل ہو چکی تھیں۔ جب عباسی خلافت کا پایہ تخت بغداد منتقل ہوا تو انہوں نے ہند اور ایران کی طرف توجہ دی۔ یہی وہ وقت تھا جب ہندوستانیوں کے علم کو عربوں نے پہچانا اور یوں اُس علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ عربوں نے اس علم کو سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ جوتش، جفر، نجوم، رمل، سانپوں کے بارے میں علم، سیاست، جنگ، کیمیاء، جادو منطق، موسیقی، اخلاق، کہانیوں اور حکمت کے علم کو عربوں نے ترجمہ کیا۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے علاج کے لیے ہندوستان سے منک نام کا وید طلب کیا گیا، جس سے وہ صحت یاب ہوئے۔ یوں ہندوستانی طب کی طرف عباسی متوجہ ہوئے۔ چنانچہ برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ ایک وید کو ہی مقرر کر دیا تھا۔ برامکہ نے ہندوستانی جڑی بوٹیاں درآمد کرنے کی غرض سے اپنے کارندے کو ہندوستان بھیجا تھا۔[۴۲]

تعلیمی تعلقات کی ابتداء:

علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیق یہ ہے کہ عرب وہند کے تعلیمی تعلقات کا سہرا "برامکہ" کے سر جاتا ہے۔ برامکہ خاندان کی شہرت عام طور پر آتش پرست ایرانیوں کے طور پر کی جاتی ہے لیکن سید سلیمان ندوی نے مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ برامکہ آتش پرست نہیں بلکہ بدھ مت کے پیرو تھے اور ان کا اصل تعلق ہندوستان سے تھا۔ عباسی خلافت میں اس کے افراد تقریباً ۵۰ سال تک اپنے علم وحکمت سے وزارت پر براجمان رہے۔ اس خاندان نے عرب وہند کے مابین تعلیمی تعلقات کے قیام میں پل کا کردار ادا کیا۔ چانچہ ہند وعرب باقاعدہ علمی تعلقات کے آغاز کے حوالے سے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

جب خلافت کا مرکز شام سے ہٹ کر عراق آ گیا یعنی امویوں کی بجائے عباسیوں نے تخت حکومت سنبھالا تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک سنگم پیدا کر دیا۔ سفاح کی حکومت کے

بعد عباسی خانوادے کا دوسرا خلیفہ منصور ۱۲۳ھ میں بادشاہ بنا۔ ۱۴۶ھ میں پایہ تخت کی تعمیر ہوئی اور بغداد آباد ہوا۔ اور اس کے آٹھ برس بعد یعنی ۱۵۴ھ سے عرب وہند علمی تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔[۴۳]

خلیفہ منصور کی علم دوستی کا چرچا قرب وجوار میں پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ ہیئت اور ریاضی کا ماہر ایک پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر سندھ کے ایک وفد کے ہمراہ بغداد پہنچا۔ اور خلیفہ کے حکم سے اس سدھانت ایک ریاضی دان کی مدد سے عربی میں ترجمہ کیا۔ دوسرے علوم وفنون سے واقفیت رکھنے والوں کے علمی مقام کا بھی اعتراف کیا گیا۔ ہارون الرشید نے اپنے علاج کے لیے ہندوستان سے ہی وید بلوایا تھا۔ چونکہ برامکہ کی بدولت ہی عرب وہند تعلقات کی مضبوطی اور علمی تعلقات کا آغاز ہوا تھا۔ اور ان تعلقات میں ان کا ہی مرکزی کردار تھا، چنانچہ ان ہی کی سرپرستی میں مختلف علوم وفنون کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ مشہور سیاح اور مؤرخ یعقوبی نے ہندوستان کی علمی لیاقت اور پختگی کا یوں اعتراف کیا ہے:

ہندوستان کے لوگ عقل والے اور غور کرنے والے ہیں اور اس حیثیت سے سب قوموں سے بڑھ کر ہیں۔ جوتش اور نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ درست نکلتی ہیں۔ سدھانت انہی کی ذہانت کا نتیجہ ہے جس سے یونانیوں اور ایرانیوں نے فائدہ اٹھایا۔ طب میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے۔ اس فن میں ان کی کتاب حرک اور ندان ہے اور بھی طب میں ان کی کئی کتابیں ہیں۔ منطق اور فلسفہ کے علاوہ بھی کئی مصنفات ہیں جن کی بڑی تفصیل ہے۔[۴۴]

ہندوستان میں اسلام کی آمد کے ابتدائی (باقاعدہ) جھونکے:

ہندوستان میں پہلے پہل جو مسلمان وارد ہوئے وہ جنگجو نہیں بلکہ عرب ملاح اور تاجر تھے جو محمد بن قاسم سے سالوں پہلے ہی ہندوستان آنے لگے تھے۔ شروع شروع ہندوستان آنے والے مسلمان مسقط (عمان) اور ہرمز کے نومسلم عرب تاجر تھے جو مالابار کے ساحل پر آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس کی تائید کے ایم پانیکر کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ کیرالہ" میں تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جب اسلام پورے عرب پر چھا گیا تو فوراً اس کا اثر کیرالہ میں بھی محسوس کیا گیا۔ ایک خاص قدیم روایت کے مطابق آخری پیرومل (مقامی حکمران) خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ مالابار میں اسلام تبدیلی مذہب اور عرب تاجروں کے سکونت اختیار کر لینے کی وجہ سے پھیل گیا تھا۔ اس کا ایک واضح ثبوت پنتالاپتی کولم (شمالی ارکاٹ) میں ایک مسلم کتبے سے ملتا ہے جس پر ۱۶۶ ہجری کی تاریخ کندہ ہے۔[۴۵]

بہرحال، ان مختلف تجارتی، معاشرتی، مذہبی اور تعلیمی تعلقات کے نتیجے میں سندھ، گجرات، کارومنڈل، ملیبار (مالابار)، مالدیپ، سراندیپ اور جارہ میں اسلام نے اپنے قدم جمانے اور آہستہ آہستہ بڑھانے شروع کیے۔ ان جزیروں میں ایک طرف ہندوؤں اور دوسری طرف جینیوں (بدھ مت) کے اثر سے بدھ مت پھیلا ہوا تھا۔

مگر صدی بصدی کے جغرافیوں اور سفر ناموں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی لڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھ اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جارہے تھے اور دونوں اقوام (مسلم اور غیر مسلم) کے لیے ایک دوسرے سے واقفیت کے مواقع بہم پہنچائے جارہے تھے۔[۴۶]

خلاصہ

قدیم اور قرون وسطی کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہند و عرب کثیر جہتی تعلقات کا دورانیہ طویل، کافی پرانا اور عرب میں اسلام آنے سے بھی پہلے کے دور کا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے بعد ہند و عرب تعلقات مذید گہرے، مستحکم اور وسیع ہوئے، عرب کی تجارتی منڈیوں میں ہندوستانی تاجروں کا آنا جانا رہا اسی طرح عرب تاجر بھی مختلف اوقات میں برصغیر اور ملحقہ علاقوں کا رخ کیا کرتے تھے انہی کثیر جہتی اور گہرے تعلقات کی بدولت برصغیر میں اسلام کا آفاقی پیغام پہنچا۔ زیر نظر تحقیقی مقالہ میں ہند و عرب تعلقات کا ہمہ جہت جائزہ لے کر بین المذاہب حسن تعامل اور پرامن بقائے باہمی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، اس میں تجارتی، سماجی، ثقافتی، طبی اور تعلیمی تعلقات سمیت ہند و عرب اعتقادی اشتراک اور مذہبی ہم آہنگی، عربی زبان پر اثرات، قرآن و حدیث اور عربی اشعار میں ہندوستانی اشیاء کا ذکر، عرب میں سکونت پذیر ہندوستانیوں کو رسول اللہ ﷺ کا دعوت اسلام اور بالآخر ہند میں اسلام کی آمد کا تذکرہ ہے۔

حوالہ جات

۱سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات،(مشعل بکس، آر بی ۵، سیکنڈر فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور) ص۸

۲ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرت وفضائل نبوی ﷺ(منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۵). ج ۲، ص ۲۵

۳ایضاً

۴اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۲۰۰۶، طبع:۲) ج:۱۱، ص:۳۲۹

۵سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، (دار الاشاعت، کراچی ۱۹۸۸)، ص ۴

۶ قاضی اطہر مبارکپوری، معرب وہند عہد رسالت میں، تخلیقات، (لاہور، ۲۰۰۴ء،)ص ۱۲-۱۳

۷ اکبر علی خان قادری، صحابہ رسول اللہ ﷺ ہندوستان میں، (طہٰ پبلی کیشنز، ۱۹- ملک جلال دین بلڈنگ، چوک اردو بازار لاہور، ۲۰۰۹ء)ص ۱۱-۱۲

۸ ایضاً، ص ۱۸

۹ قاضی اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت میں، ص ۱۷

۱۰ڈاکٹر ضیاء اللہ خان جدون، صحابہ کرام پاکستان میں، (نواز خان جدون ریسرچ سنٹر، بیسک، گدون، صوابی، پختونخوا، ۲۰۱۷ء) ص ۴۴

۱۱ ایضاً، ص ۴۵

۱۲ ایضاً، ص ۴۵، بحوالہ محمد نعمان اعظمی، تاریخ بصرہ، ص ۱۱

۱۳ابو علی مرزوقی، کتاب الازمنۃ والامکنۃ، (حیدر آباد، ۱۳۵۳ھ) ج ۲، ص ۱۳۱

۱۴ڈاکٹر ضیاء اللہ خان جدون، صحابہ کرام پاکستان میں (بحوالہ المسالک والممالک)، ص ۴۶

۱۵ڈاکٹر اطہر مبارکپوری، عرب وہند تعلقات عہد نبوی میں، ص ۳۳

۱۶ ایضاً، ص ۱۵۳

۱۷ علی بن حسین المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، (مترجم: مولوی سید محمد ابراہیم)، (جامعہ عثمانیہ، سرکار عالی، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۱ء،) ص ۱۲۰

۱۸ڈاکٹر ضیاء اللہ جدون، صحابہ کرام پاکستان میں (بحوالہ المسالک والممالک، ص ۶۵-۷۱)، ص ۴۷

۱۹ابن فقیہ ہمدانی، کتاب البلدان، (لیدن، ۱۳۴۳ھ) ص ۲۵۱،

۲۰ شمس الدین ابی عبد اللہ محمد البشاری المقدسی، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم (، لیدن، ۱۹۰۶ء،) ص ۴۷۴-۴۸۲

۲۱عماد الدین اسماعیل، ابو الفداء، تقویم البلدان، (پیرس، ۲۰۰۸ء) ص ۳۴۹/ ڈاکٹر ضیاء جدون، صحابہ کرام پاکستان میں، ص ۴۷

۲۲ اکبر علی خان قادری، صحابہ رسول ﷺ ہندوستان میں، ص ۱۳

۲۳ عرب وہند عہد رسالت میں، قاضی اطہر مبارکپوری، ص ۳۳

24 Irfan Shahid, BSA, Crescent Institute of Science and Technology, Chennai, India, *"Exploring Trade Practice and Market before and after the advent of Islam in Arabia; Journal of Emerging Economics and Islamic Research 6(2), 2019, 5-18"*

۲۵ قاضی اطہر مبارکپوری، محمد ﷺ کے زمانے کا ہندوستان، (فرید بکڈپو، نئی دہلی) ص ۳۴

۲۶ قاضی اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت میں، ص ۱۲۱-۱۲۲

۲۷ قاضی اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت نیں، ص ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۳۰

۲۸ علامہ سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، ص ۱۵۵

۲۹ سورۃ یونس آیت ۴۷

۳۰ محمد شمیم اختر قاسمی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۲، جلد: ۹۱، محرم ۱۴۲۸ ہجری مطابق فروری ۲۰۰۷ء

۳۱ مولانا شوکت علی قاسمی بستوی، اسلامی رواداری قرآن وحدیث اور تاریخی شواہد کی روشنی میں، ص ۷۸، ۷۹

۳۲ سورۃ فاطر: آیت ۲۴

۳۳ محمد شمیم اختر قاسمی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۲، جلد: ۹۱، محرم ۱۴۲۸ ہجری مطابق فروری ۲۰۰۷ء

۳۴ مشکاۃ المصابیح، الفصل الثالث، باب بدء الخلق وذکر الأنبیاء علیہم الصلاۃ والسلام (المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۵۹۹)، جلد ۳، ص: ۱۲۴

۳۵ قاضی اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت میں، ص ۱۰۶-۱۰۷

۳۶ ایضاً

۳۷ عرب وہند عہد رسالت میں، قاضی اطہر مبارکپوری، ص ۱۵۵-۱۵۸

۳۸ بخاری ۱۹۰۴، مسلم ۱۱۵۱، مسند احمد ۷۶۹

۳۹ ایضاً، ص ۱۵۶

۴۰ علامہ سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، (دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ (یوپی)، ہند، ۲۰۱۰ء) ص ۶۹-۷۰

۴۱ اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت میں، ص ۴۸

۴۲ مولانا سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، ص ۱۰۳

۴۳ عرب وہند کے تعلقات، سید سلیمان ندوی، ۲۰۰۴ء، ص ۳۷

۴۴ عرب وہند کے تعلقات، سید سلیمان ندوی، ص ۶۷

۴۵ ہندوستان میں اسلام کا ارتقا: تعمیر نیوز، ISSN: 2349-0268، اشاعت ۱۱ر جون ۲۰۲۱ء، taemeernews.com

۴۶ سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، ص ۱۵۶